© rasailojaraid.com

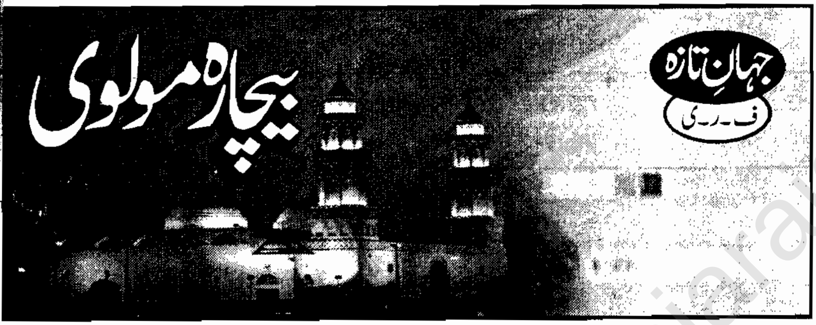

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب قرآن مجید کے بعد کائنات میں سب سے زیادہ صحیح کتاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا مجموعہ جامع صحیح بخاری ہے۔ جسے امام المحدثین امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرمایا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلوص اور محنت کو اللہ تعالیٰ نے یوں شرف قبولیت بخشا کہ جامع صحیح بخاری دینی مدارس میں بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے اور اس کے آغاز اور تکمیل کے موقعہ پر تقاریب منعقد کی جاتی ہیں۔ جن میں علماء کرام شیوخ الحدیث بخاری شریف کی احادیث پر سیر حاصل گفتگو کرنے کے ساتھ ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب بخاری کو بھی موضوع سخن بناتے ہیں۔ سابقہ روایات کی طرح امسال جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں یہ تقریب ۱۸ اگست ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ بعد نمازِ مغرب منعقد ہوئی۔ جس کی رپورٹ الگ سے شائع کی گئی ہے۔ اس تقریب میں فضیلۃ الشیخ حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ نے دینی مدارس کی ضرورت واہمیت اور ان کا مقام کے موضوع پر شاندار، جاندار، ولولہ انگیز اور بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ مگر ان کی تقریر میں ایک ایسا مقام بھی آیا کہ جس نے حضرت حافظ صاحب کو جذباتی اور ماحول کو سوگوار کر دیا۔ ہوا یوں کہ حضرت حافظ صاحب جب دینی مدارس کا مقام اور ان مدارس میں خدمات سرانجام دینے والے علماء مدرسین کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی قدر و منزلت کو بیان کر رہے تھے، اس دوران انہوں نے دنیاداروں کی طرف سے ان کی ناقدری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مسجد میں خطیب وامام صاحب تین ہزار ماہانہ تنخواہ پر ذمہ داری ادا کر رہے تھے، انہوں نے اپنی انتظامیہ سے ذکر کیا کہ میری تنخواہ میں کچھ اضافہ کر دیا جائے کیونکہ میرا گزارہ مشکل ہے۔ تو مسجد انتظامیہ نے جواب دیا کہ ہم تنخواہ نہیں بڑھا سکتے۔ آپ چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں ہم اڑھائی ہزار میں دوسرا خطیب لے آئیں گے۔

دوسرے لوگوں کی کیفیت کا تو مجھے علم نہیں البتہ جب سے میں نے یہ بات سنی ہے، دل و دماغ پر ایک قسم کے کچوکے لگ رہے ہیں اور ذہن پر تازیانے برس رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علماء کرام کو اتنی فضیلت وعظمت عطا فرمائی ہے کہ انہیں انبیاء کرام کی وراثت کا امین بنا دیا ہے۔ لیکن دنیاوی لحاظ سے یہ سرمایہ داروں کے رہین منت بن گئے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو سرمایہ داروں کی دین سے دوری اور دنیاوی منفعت کی سوچ اور ذہن ہے کیونکہ یہ لوگ تو اپنے خطیب وامام کو اسی طرح کا ملازم سمجھتے ہیں جس طرح ان کی دکان یا فیکٹری میں ملازم ہوتا ہے۔ جس طرح یہ لوگ اپنے ملازموں کے خون پسینے سے اپنی زندگی کو پرتعیش اور آرام دہ بناتے ہیں، اسی طرح یہ اپنے خطیب وامام کا سکون بھی غارت کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کا وہ مال جو کوئی سرمایہ دار اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر خرچ نہیں کر سکتا، وہ تو غرباء ومساکین کا حق ہے اگر یہ ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن سزا ملے گی اور اسی مال کو گرم کر کے انہیں داغ دیے جائیں گے اور اس مال کو سانپ اور بچھو بنا کر ان پر مسلط کر دیا جائے گا۔ وہ اسی سرمایہ دار کو ڈنگ ماریں گے اور کہیں گے ''انا مالک انا کنزک''۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح فطرانہ‘ قربانی کی کھال کوئی شخص اپنے گھر میں تو نہیں رکھ سکتا کہ یہ اُس کا مال ہی نہیں ہے۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ یہ کسی دوسرے کے مال پر چودھراہٹ کرنے اور علماء کو اپنا دستِ نگر بنانے کے خواب دیکھتے ہیں۔ کس قدر ستم ظریفی ہے کہ آج زکوٰۃ‘ فطرانہ‘ قربانی کی کھالیں دے کر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے جہاد کا فریضہ ادا کر لیا ہے یا انفاق فی سبیل اللہ کے تقاضے پورے کر دیئے ہیں۔ بھلے مانسو! یہ مال تو پہلے ہی آپ کا نہیں تھا‘ آپ بیگانے مال کو خرچ کر کے اپنی سخاوت کا ڈھنڈورا کیوں پیٹ رہے ہو؟ چلو مان لیا کہ وہ اپنے اصل مال میں سے بھی خرچ کرتے ہیں تو کیا سرمایہ دار سمجھتے ہیں کہ انہوں نے دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت میں روپیہ خرچ کر کے دین اسلام‘ اللہ تعالیٰ یا اُس کے رسول پر کوئی احسان کیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ انہیں تو ان علماء و طلباء کا شکر گزار ہونا چاہیے‘ جن پر ان کا مال خرچ ہوا اور وہ ان کے لیے صدقہ جاریہ بن گئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے جس نے انہیں اپنے دین کے لیے مال خرچ کرنے کی توفیق فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی ہے ﴿قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقین﴾ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنا وقت اور مال خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور کسی قسم کے صلہ و ستائش کی بھی تمنا نہیں رکھتے بلکہ ان کا کہنا تو یہ ہوتا ہے ’’انما نطعکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا‘‘ مگر کئی ایسے لوگ بھی ہیں اور یقیناً بگاڑ کی صورت بھی انہی کی وجہ سے ہے جو مساجد و مدارس کے روپے پیسے سے اپنی تجوریاں بھرتے ہیں اور اپنے کاروبار کو وسعت دیتے اور چمکاتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ باور کراتے ہیں کہ شاید انہوں نے کوئی بہت بڑا معرکہ سر کیا ہے۔ آج مدارس و مساجد کے انتظام و انصرام کرنے پر جھگڑے کیوں ہوتے ہیں؟ لڑائیاں کیوں لڑی جاتی ہیں؟ مقدمے بازی کیوں ہوتی ہے؟ اس لیے نہیں کہ دین کی خدمت کا جذبہ بہت ہے‘ بلکہ صرف اس لیے کہ مساجد و مدارس میں جمع ہونے والے چندے سے اپنی دُکان اور کاروبار کو وسعت دی جائے گی۔ مساجد و مدارس کے فنڈ سے کاروبار کر کے منافع کمایا جائے گا‘ اور اسی منافع میں سے ماہانہ یا سالانہ کچھ تعاون کر کے اپنی سخاوت کا ڈھنڈورا پیٹا جائے گا۔

پھر اس سے بھی بڑا المیہ یہ ہے کہ جن لوگوں کے نام پر چندہ جمع کر کے اپنے کاروبار کو منافع بخش بنایا ہے ان کی سہولیات و آرام بلکہ ضروریات کی کوئی پرواہ نہیں۔ کیا کسی مسجد کا صدر اور سیکرٹری یہ نہیں جانتا کہ اُس کے گھر کے اخراجات کیا ہیں؟ رشتہ داروں کے ساتھ خوشی و غمی میں شریک ہونے کے لیے کیا لوازمات چاہیے اور پھر اس نے تو اپنے رشتہ داروں سے ملنا ہے مگر مولوی صاحب (خطیب ہو یا امام) اُس کا تو سارا جہان رشتہ دار ہے۔ اس کا حلقہ احباب کس قدر وسیع ہے‘ اُس نے ان سب کی خوشیوں‘ غمیوں میں شریک ہونا ہوتا ہے۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر وہ ان کا کوئی ذاتی ملازم تو ہے نہیں بلکہ ان کا خطیب ہے یا امام ہے۔ ان کے بچوں کا مربی و استاد ہے۔ ان کی دُکانوں کے ملازم تو وقت سے زائد ایک لمحہ ٹھہرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے جبکہ یہ درویش آدمی چوبیس گھنٹے خدمت کے لیے تیار رہتا ہے۔ اتنی ساری خدمت کے باوجود بھی کیا مسجد کی انتظامیہ کا شوق رکھنے والے دس‘ بیس یا چالیس‘ پچاس آدمی مل کر بھی ایک خاندان کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ اپنے گھر میں تو بیوی روٹی پکا کر دینے کے لیے تیار نہیں اور کھانا پکانے کے لیے بھی ملازم اور باورچی رکھے ہوئے ہیں‘ مگر بے چارہ مولوی ہے کہ سارے جہان کی ذمہ داریاں بھی اُسی کی ہیں اور ساری پریشانیوں کا حق دار بھی وہی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرات علماء کرام آپ بھی ذرا غور کیجیے‘ کسی مسجد کی انتظامیہ کو یہ کہنے کی جرات کیسے ہوتی ہے۔ ’’یہ خطیب چلا جائے گا تو ہم اس سے کم تنخواہ پر دوسرا آدمی لے آئیں گے۔‘‘ یقیناً اس میں علماء کرام بھی حصہ دار ہیں۔ وہ ساری برائیاں جن کا منبر پر رد کیا جاتا ہے وہ اپنے کردار اور ذات سے ختم نہیں کر سکتے۔ چغلی‘ غیبت‘ حسد‘ کینہ اور دوسرے کے خلاف سازشیں یہ دوسرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگوں کی بہ نسبت شاید ہم میں زیادہ ہیں۔ جب ہم کسی مسجد کی انتظامیہ کو ان کے خطیب یا امام کے متعلق بدگمان کریں گے اور ساتھ یہ بھی کہیں کہ اس سے کم تنخواہ میں بھی اس سے اچھا آدمی مل سکتا ہے جو نہ کھانا کھائے گا نہ رہائش کا مطالبہ کرے گا تو مساجد کی انتظامیہ کا دماغ تو خراب ہوگا۔ مسجد کے مصلّی سے لے کر سیاست کے میدانوں تک کیا علماء کرام نے اپنے وقار، عزت و آبرو کو خود داؤ پر نہیں لگایا؟ حکمرانوں، سرمایہ داروں کی چاپلوسی، خوشامد اور قصیدہ خوانی نے کیا علماء کرام کو ان دنیاداروں کی نگاہ میں بے وقعت نہیں کردیا؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو وہ شخص تھے جنہوں نے حاکم وقت کے بچوں کو اس کے گھر میں یہ کہہ کر پڑھانے سے انکار کردیا تھا کہ جسے علم دین کے حصول کا شوق ہو وہ باقی طلبہ میں بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو بادشاہوں کی چوکھٹ پر نہیں لے جایا جاسکتا مگر آج خطباء وائمہ حضرات مساجد میں درس وتدریس کی مجلسیں سجانے کی بجائے ٹیوشن کے چکر میں سرمایہ داروں کے گھروں کا طواف کررہے ہوتے ہیں اور نام رکھا ہے خدمت دین۔ جب علماء کرام مساجد میں باقاعدہ درس قرآن دیتے تھے اور بچوں کو نورانی قاعدہ اور ناظرہ پڑھاتے تھے۔ اُس وقت امام اور مقتدیوں کے آپس میں تعلق کی نوعیت کچھ اور تھی۔ جب ہم نے خود یہ مسند چھوڑ دی اور ٹیوشن کے چکر میں پڑے تو بچوں کا ذہن بن گیا کہ یہ قاری صاحب تو ہم نے ملازم رکھے ہوئے ہیں جو ہمیں دینی تعلیم دینے پر مامور ہیں۔ جیسا کہ ہم نے دنیاوی تعلیم کے لیے ٹیوٹر رکھے ہیں تو کیا یہ بچے بڑے ہوکر خاک استاد کا مقام پہچانیں گے اور عزت کریں گے۔ وہ ساری زندگی پھر اسے ملازم ہی سمجھیں گے۔ علماء کرام سے میری گزارش ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا کھویا ہوا مقام واپس مل جائے تو اپنے آپ کو واقعی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت کا وارث اور اللہ تعالیٰ کے دین کا خادم بناؤ۔ سرمایہ داروں اور دولت مندوں کی کاسہ لیسی۔ قصیدہ خوانی اور ان کی غلط حرکات کی وکالت کرنا چھوڑیئے، پورے خلوص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے کام کیجیے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے مولوی صاحب نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا۔ ''ویرزقه من حیث لا یحتسب'' لیکن یقین اور پختہ ایمان شرط ہے۔

مساجد ومدارس کی انتظامیہ سے بھی یہی کہنا چاہوں گا کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے تو اپنی ضروریات کی طرح اپنے خطباء، آئمہ کی ضروریات بھی سمجھو اور اپنے سے زیادہ انہیں سہولتیں پہنچانے کی کوشش کرو کہ ان کا مقام ومرتبہ آپ سے بھی بلند ہے اور ان کا سرمایہ علم آپ کے سرمایہ اور دولت سے کہیں زیادہ عظیم۔ اگر کسی مسجد یا مدرسے کی خدمت کا موقعہ ملا ہے تو غنیمت جانیے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے کہ باری تعالیٰ نے اپنے گھر اور کام کی خدمت کے لیے آپ کو پسند فرمایا ہے۔ ورنہ دنیا میں آپ سے زیادہ مال ودولت والے موجود ہیں مگر کوئی سینما کی خدمت کررہا ہے تو کوئی ''اُس بازار'' میں کنجریوں پر اپنی دولت لُٹا رہا ہے اور کوئی نشہ کی لت میں اپنا سرمایہ ضائع کررہا ہے۔ آپ کو جو اللہ تعالیٰ نے نیکی کا موقع فراہم کیا ہے، اُس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کیجیے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ یہ کام کسی دوسرے سے لے لے گا اور آپ اس سعادت سے محروم رہ جائیں گے۔

مساجد کے آئمہ وخطباء، مدارس کے علماء وطلباء ایسے نیک اور صالح لوگ اُس وقت ہی اپنی دعاؤں میں تمہیں یاد کریں گے اگر انہیں تمہاری طرف سے ٹھنڈی ہوا آئے گی اور وہ بھی اُس وقت جب تم خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہوگے۔ اور اگر تم نے انہیں اپنے روایتی ملازموں جیسی حیثیت دی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو پریشان نہیں دیکھنا چاہتا۔

اللهم انا نسئلک حبک وحب من یحبک وحب عمل یقربنا الی حبک.

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

© rasailojaraid.com